مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد

لاہور پاکستان

اکتوبر ۲۰۰۲ء

سلسلہ تبلیغ نمبر: 98

شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

شعب الایمان

(ایمان کے شعبے)

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

291- کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

وعظ

شعب الایمان

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے یہ وعظ بروز جمعرات ۵ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ کو جلال آباد میں جناب تاج محمد خان صاحب کے گھر بیٹھ کر ایمان کے شعبوں کے موضوع پر بیان فرمایا۔

شعب الایمان

ایمان کے شعبے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ و نستغفرہ ونومن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ اما بعد فقد قال اللہ تعالی ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقنتین والقنتت والصدقین والصدقت والصبرین والصبرت والخشعین والخشعت والمتصدقین والمتصدقت والصائمین والصائمت والحفظین فروجھم والحفظت و الذاکرین اللہ کثیرا والذکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما(۱)

تحقیق اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں فرماں برداری کرنیوالے مرد فرماں برداری کرنے والی عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی

(۱) سورۃ الاحزاب آیت ۳۵

عورتیں خیرات کرنے والے مرد اور اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے خدا کی یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

عورتوں کی مساوات کا رد

قرآن شریف کے درمیان میں تین قسم کی آیتیں ہیں یوں تو آیات قرآنی کے بہت سے اقسام ہیں کوئی مکی کوئی مدنی کوئی لیلی کوئی نہاری(۱) کوئی ناسخ(۲) کوئی منسوخ(۳) مگر یہ تقسیم ایک خاص اعتبار سے ہے کہ اس کے لحاظ سے آیات قرآنی کی تین ہی اقسام ہیں ایک وہ ہیں جن میں خطاب صرف مردوں ہی کو کیا گیا ہے گو عورتیں بھی طبعاً اس میں شامل ہیں اور چونکہ عورتیں محکوم ہیں اس لئے ان کو جداگانہ(۴) خطاب نہیں کیا گیا نیز چونکہ مرد حاکم ہیں وہ اپنے زور حکومت سے خود کام لے لیں گے جیسے بڑے چھوٹوں سے کام لیتے ہیں۔ پس جب مرد حاکم ہیں تو ہمارے عرف وعادت کے مطابق جو حکم حاکم کے لئے ہوتا ہے محکوم کے لئے بھی ہوتا ہے محکوم پر جداگانہ حکم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اسی عادت کے موافق قرآن میں خطاب کیا گیا ہے تو تمام معاملات میں مردوں کو خطاب کافی ہے عورتوں کو الگ خطاب کرنے کی ضرورت نہیں اور یہاں سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ عورتوں کا کیا درجہ ہے کہ ان کے لئے علیحدہ حکم کی ضرورت نہیں جو حکم مردوں کو دیا جائے گا عورتیں بھی اس کی مکلف(۵) ضرور

---

(۱) کوئی رات کو نازل ہوئی اور کوئی دن کو (۲) کسی آیت نے کسی سابقہ حکم کو منسوخ کیا (۳) کسی آیت کی وجہ سے کوئی حکم منسوخ ہوا (۴) علیحدہ (۵) عورتیں بھی اس حکم کی پابند ضرور ہوں گی۔

ہوں گی۔ قرآن کے اس طرز خطاب سے بھی عورتوں کا محکوم ہونا بخوبی معلوم ہے تو مسئلہ مساواتِ نساء میں جو نزاع ہو رہا ہے اس کا فیصلہ یہاں سے ہو سکتا ہے اور آجکل کے نوجوانوں کا یہ دعویٰ مساوات محض زبان سے ہی ہے عمل میں وہ بھی برابری نہیں کر سکتے ایک متمدن قوم کو دیکھ لیا کہ وہ عورتوں کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں تو خود بھی اس کا اتباع کرنے لگے مگر یہ نہ دیکھا کہ وہ لوگ کسی مذہب کے پابند نہیں ایسے لوگوں کی تقلید(۱) پابند مذہب قوم کیسے کر سکتی ہے پھر ان کے طرز و انداز کے نتائج پر نظر نہ کی کہ اس مساوات کا اثر ان کے حق میں مفید ہو یا مضر(۲) غرض بالکل کورانہ تقلید(۳) کر کے مساوات نساء کے قائل ہونے لگے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ وہ متمدن قوم جس کی تقلید آجکل ہمارے نوجوان کر رہے ہیں خود اس مساوات کو نباہ نہ سکی چنانچہ عورتیں پارلیمنٹ کی ممبری چاہتی ہیں مگر یہ درخواست منظور نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے ان عورتوں نے بڑا فساد برپا کر رکھا ہے غرض اہل یورپ بھی مساوات نہ کر سکے اور کیونکر کریں جب خدا ہی نے عورت کو تشریعاً و تکویناً محکوم(۴) بنایا ہے تو اس کو برابر کون کر سکتا ہے۔

عورتوں اور مردوں کی صفات میں فرق

کیونکہ خدا کا عورتوں کو محکوم بنانا جبکہ آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے دلیل عقلی سے بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس بات پر سارا عالم متفق ہے کہ عورتیں مرد سے کم ہیں بہت سی باتوں میں اس کا کسی کو انکار نہیں یہاں تک کہ مدعیان مساوات(۵) اہل

---

(۱) پیروی (۲) نقصان دہ (۳) اندھی تقلید (۴) شرعی و تکوینی احکام میں عورت مردوں کے تابع ہے جو حکم مردوں کے لئے وہی عورتوں کے لئے ہے (۵) مساوات نساء کے دعویدار

یورپ بھی آخر کار اس کو مان گئے کہ بعض عہدوں کے لائق عورتیں ہرگز نہیں اور جس پر ساری دنیا کا اجماع ہو وہ طبعی تقاضا اور فطری قانون ہوتا ہے عقلی دلیل کے علاوہ حسی دلیل بھی اس بات پر قائم ہے کہ عورتیں مرد سے کم ہیں چنانچہ مشاہد ہے کہ خدا نے عورت اور مرد کی خلقت (١) میں کتنا فرق رکھا ہے مرد جسمانی قوت میں عورت سے زیادہ ہے عقل مرد کی زیادہ ہوتی ہے آواز مرد کی بلند ہوتی ہے مرد عورت سے رائے میں زیادہ پختہ ہوتا ہے اور عورت کو دیکھا جائے تو اس کی ہر چیز مرد سے کم نظر آتی ہے ظاہری اعضاء کی بناوٹ میں بھی اور عقل ورائے میں بھی۔

قرآن میں حق تعالیٰ کفار کی خرابی عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ام اتخذ مما یخلق بنات واصفکم بالبنین (٢) یعنی کیا خدا تعالیٰ نے اپنے لئے مخلوقات میں سے لڑکیاں تجویز کی ہیں اور تم کو لڑکوں کے ساتھ منتخب کیا ہے پھر فرماتے ہیں او من ینشئوا فی الحلیة وھو فی الخصام غیر مبین (٣) کہ خدا تعالیٰ کے لئے تجویز بھی کیں لڑکیاں جو ابتداء سے زیور اور گہنے میں پرورش پاتی ہیں اور دوسرے یہ کہ قوت بیانیہ میں نہایت ضعیف ہیں یہ دو باتیں عورتوں میں نقص کی ایسی ہیں کہ آنکھوں سے دیکھ لو واقعی لڑکیوں میں ابتداء ہی سے زیور کا شوق ہوتا ہے اور یہ دلیل ہے ان کی محدودیت (٤) نظر کی چنانچہ خود مردوں ہی میں دیکھ لو جس کو زینت کا شوق ہوگا اس کے خیالات پست اور محدود (٥) ہونگے اور جو سادہ ہوگا اس کے خیالات عالی ہونگے اور اس کا راز یہ ہے کے لباس وغیرہ ضرورت کی چیزیں ہیں اصل مقصود نہیں۔

---

(١) عورت مرد کے اعضاء کی تحقیق میں (٢) سورۃ زخرف آیت ١٦ (٣) سورۃ زخرف آیت ١٨ (٤) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی نظر وسیع نہیں ہے بلکہ محدود ہے (٥) گھٹیا اور محدود

اب سمجھ لیجئے کہ ضرورت کی چیزوں سے کتنا تعلق ہونا چاہئے سو ظاہر ہے کہ ہر عاقل ضرورت کی چیز سے بقدر ضرورت تعلق رکھے گا اور زیادہ کوشش اصل مقصود میں کرے گا وہ شخص نہایت پست خیال ہے جو غیر مقصود چیزوں کی دھن میں لگا رہتا ہو پس لڑکیوں کو زیور اور زینت سے رغبت ہونا ان کی پستی خیالات کی دلیل ہے مرد اکثر سادہ ہوتے ہیں ہاں جن مردوں پر زنانہ پن غالب ہو یہاں ان کا ذکر نہیں تعلیم یافتہ قوموں کو بھی دیکھ لیجئے تجربہ کار لوگوں کا بیان ہے کہ ان کی عورتیں باوجود تعلیم حاصل کر لینے کے پھر مردوں سے بہت کم ہیں ایک شخص کہتے تھے کہ اگر ان میں کسی عورت کو کچھ بیان کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو وہ چند جملہ کہہ کر بیٹھ جاتی ہے مردوں کی طرح اس کی گفتگو میں کبھی جامعیت نہیں ہوتی تو یورپ کی عورتوں کی بھی لیاقت علمی مردوں کے برابر ہرگز نہیں یہ دوسری بات ہے کہ وہ دستکاری میں یا کسی خاص سلیقہ میں برابر یا زیادہ ہوں غرض جس کو قدرت نے محکوم بنایا ہو اس کو مساوی کون کر سکتا ہے

عورتوں کے لئے مردوں کے تابع ہونا ہی بہتر ہے

اور یہ محکومیت (۱) عورتوں کے لئے خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور یہ اس لئے کہا گیا تا کہ عورتیں اس تقریر کو سن کر دلگیر ہوں نعمت اس لئے ہے کہ اگر دنیا میں سب برابر درجہ کے ہوتے تو انتظام قائم نہ رہ سکتا تو یہ ضروری بات تھی کہ ایک گھٹا ہوا ہو دوسرا بڑھا ہوا، اگر سارے حاکم ہی ہوتے تو کاشتکاری کون کرتا عمارت کون بناتا، آٹا کون پیستا۔ غرض دنیا کا انتظام اس کو چاہتا ہے کہ سب ایک درجہ کے نہ ہوں بلکہ ایک بادشاہ ہو ایک وزیر ہو کوئی حاکم کوئی رعیت کوئی تاجر کوئی مزدور۔ یہ فرق مراتب ضروری تھا۔

---

(۱) مردوں کے تابع ہونا

ہاں اس فرق مراتب کی یہ بھی ایک صورت تھی کہ عورتیں بڑھی ہوئی ہوتیں مرد گھٹے ہوئے مگر چونکہ ان کی عقل اور رائے ضعیف ہے اس لئے تمدن (۱) خراب ہو جاتا وہ خود اپنی بھی حفاظت نہیں کرسکتیں دوسروں پر حاکم بن کر ان کی نگہبانی تو کیا کرتیں بیوقوف کے لئے یہی مصلحت ہے کہ کسی کے تابع ہو کر رہے اگر کسی بیوقوف کو حاکم بنا دیا جائے تو دیکھ لو کیا انجام ہوگا خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی تباہ کریگا۔ اگر چھوٹے بچے کو ماں باپ کے تابع نہ کیا جائے تو وہ تنہا ہلاک ہوگا کیونکہ اس کو اپنے نفع اور ضرر کی (۲) کچھ خبر نہیں۔ تو بیوقوف کے لئے کسی کا ماتحت ہونا ہی مصلحت ہے تاکہ دوسرا اس کو روک ٹوک کرسکے۔

عورتوں کو حاکم بنانے کا نقصان

اور یہی راز ہے اس حدیث کا جو حضور ﷺ سے مروی ہے کہ وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس کی حاکم عورت ہو۔ کسریٰ شاہ فارس کی بیٹی جب بادشاہ ہوئی تھی اس پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ یہیں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آجکل ہماری خرابی اور خستگی کا باعث ایک یہ امر بھی ہے کہ ہم نے عورتوں کو اپنے گھر کا حاکم بنا دیا ہے اگرچہ یہ چھوٹی سی حکومت ہے مگر اس کا بھی نتیجہ خراب ہی ہے۔ مثلاً شادی بیاہ کی رسمیں عورتوں ہی کی خواہش سے پوری کی جاتی ہیں جس کا انجام ظاہر ہے کہ کیا ہوتا ہے کس قدر خاندان رسوم شادی میں تباہ ہو گئے اور یہ سارا فساد عورتوں کے حاکم بنانے کا ہے۔ عورتوں کی دلجوئی (۳) کرنا ضروری ہے مگر ان کے تابع بننا برا ہے اس وقت سارا مال و اولاد عورتوں کے قبضہ میں ہم نے کر دیا ہے پھر دیکھ لیجئے کہ روپیہ کیسے بیجا

(۱) معاشرت (۲) اس کو اپنے فائدہ اور نقصان کا کچھ پتا نہیں (۳) دل بہلانا ضروری ہے۔

مواضع (۱) میں صرف ہوتا ہے اور بچوں کی صحت خراب اخلاق تباہ ہورہے ہیں عورتیں بچوں کو جو کچھ چاہیں کھلا پلا دیتی ہیں جس سے ان کی زندگی بیماری میں کٹتی ہے محبت و پیار حد سے زیادہ کرتی ہیں جس سے لڑکے شوخ ہو جاتے ہیں تو اپنے مال واولاد کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہیے عورتوں کو حاکم کر دینا سخت باعث تنزل (۲) ہے جس کو جناب سرور کائنات ﷺ پہلے ہی فرما گئے ہیں۔

اس حدیث پر شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ بعض متمدن قوموں میں عورتیں حاکم ہوتی ہیں اور بعض جگہ اب بھی ہیں اور پھر بھی ان کی ترقی ہے تو اول تو مال و مادیت کی ترقی فلاح نہیں فلاح قومی کی اصل ترقی اخلاقی، علمی اور روحانی ہے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ جن قوموں میں عورت بادشاہ ہے ان کو یہ ترقی نصیب ہوئی، دوسرے اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ ان کی ترقی ترقی ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ اس کا اثر ہے کہ ان میں عورتیں خودمختار حاکم نہیں محض ضابطہ کی حاکم ہیں اصل بادشاہت پارلیمنٹ کی ہے تو ایسی حکومت کوئی حکومت نہیں نام کی بادشاہت ہے اس سے مضمون حدیث پر کوئی غبار نہیں آسکتا۔

میں نے اس وقت اس حدیث کو اسی لئے پڑھ دیا کہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ اس وقت جو ہم نے اپنے گھر یا ہر کا حاکم عورتوں کو بنا رکھا ہے اس کو بھی ہماری پستی اور تنزل میں دخل ہے اور آجکل ہم پر یہ ایسی تباہی آرہی ہے کہ بجائے متبوع بننے کے عورتوں کے بالکل تابع (۳) ہو گئے اور غضب یہ ہے کہ عذر کے موقع میں کہا جاتا ہے کہ

---

(۱) روپیہ کیسے غلط مواقع میں خرچ کیا جاتا ہے (۲) پستی کا باعث (۳) بجائے اس کے کہ عورتیں ہماری بات مانیں ہم ان کی باتیں مانتے گے

صاحب کیا کریں عورتیں نہیں مانتیں سو یہ کہنا کتنی کم ہمتی کی بات ہے اگر چہ یہ بھی ایک بہانہ ہے جس بات کو خود ان کا جی چاہتا ہے اسی میں عورتوں کے کہنے سے مجبور ہو جاتے ہیں ورنہ جس بات کو ان کا جی نہ چاہے مثلاً بعض لوگ اپنی عورتوں کو باپ کے گھر نہیں جانے دیتے اس میں عورتیں لاکھ تقاضا کریں کبھی نہیں۔ مانتے پس اول تو یہ عذر بالکل غلط ہے اور اگر سچ ہے تو اور بھی برا ہے کہ مرد ہو کر بیوی کے غلام بن گئے غرض عورتوں کے لئے یہی مصلحت ہے کہ مرد کے تابع ہو کر رہے اور شریعت نے بھی عورتوں کو محکوم ہی بنایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے الرجال قوامون علی النساء (مرد حاکم ہے عورتوں پر) اور یہی وجہ ہے کہ احکام میں اکثر مردوں کے خطاب پر اکتفا کیا گیا ہے

بعض جگہ عورتوں کو خطاب خاص کی وجہ

اور بعض جگہ خاص عورتوں کو بھی خطاب ہے کیونکہ یا تو ان کی دلجوئی مقصود تھی کہ عورتیں دلگیر (۱) نہ ہوں کہ ہمارا ذکر قرآن میں نہیں آتا چنانچہ بعض آیتوں میں اس وجہ سے صیغۂ مونث استعمال کرنا احادیث سے مفہوم ہوتا ہے یا یہ وجہ ہوئی کہ واقعہ کو ان ہی سے تعلق ہے۔ چنانچہ اس آیت سے پہلے کی چند آیتوں میں صرف عورتیں یعنی ازواج نبی علیہ السلام مخاطب ہیں کہ واقعہ کو ان ہی سے تعلق تھا اور کہیں مخلوط طور پر خطاب ہے جیسا کہ یہ آیت جس کو میں نے ابھی تلاوت کیا ہے اور ان آیتوں سے مساوات نساء کا ظاہر میں شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ ایک ہی مادہ اور ایک ہی صفت دونوں کے لئے الگ الگ بیان کی گئی ہے، مگر غور کے بعد یہ شبہ زائل ہو جاتا ہے کیونکہ صیغۂ مذکر کو مقدم کیا گیا ہے۔ تو امام اور مقتدی اگر چہ ایک ہی جگہ برابر کھڑے ہوں مگر پھر

(۱) عورتیں دل پذ انہ کریں۔

بھی بڑا فرق ہوتا ہے کہ ایک امام ہے ایک امام نہیں چونکہ اس وقت میں مرد وعورت دونوں وعظ سن رہے ہیں اس لئے ایسی ہی آیت کو پڑھنا مناسب سمجھا تا کہ عورتوں کا جی بھی خوش ہوجائے کہ ہمارا ذکر بھی مردوں کے ساتھ قرآن میں ہے اور نیز یہ بھی معلوم ہوجائے کہ ہمارے ذمہ بھی کچھ احکام ہیں جیسے مردوں کے ذمہ ہیں یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے ذمہ تو بس مردوں کی خدمت ہے چنانچہ بعض دفعہ ان کو نماز کے لئے تاکید کی جاتی ہے تو کہتی ہیں کہ ہم کو فرصت کہاں تم تو مرد ہو نہ بچوں کا ساتھ نہ برتن ہانڈی کا کام جھاڑے پونچھے (۱) بیٹھے رہے ہمارا تو بچوں کا ساتھ ہے برتن ہانڈی میں ہاتھ رہتے ہیں کپڑے ناپاک رہتے ہیں ہم نماز کیسے پڑھیں ان باتوں سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ہانڈی چولہا کرنا بچوں کو گوہ موت (۲) دھونا تو ان کے ذمہ ہے نماز ان کے سر سے معاف ہے۔ استغفر اللہ ان سے کوئی پوچھے کہ جب چار عورتیں جمع ہوکر دنیا بھر کے قصے لیکر بیٹھتی ہیں اور ان باتوں میں پہروں (۳) مصروف رہتی ہیں اس وقت ان فضول قصوں کے لئے کہاں سے وقت نکل آتا ہے۔ باقی کپڑوں کے ناپاک رہنے کا عذر بھی بالکل بیہودہ ہے اگر ایک جوڑا نماز کے لئے الگ کردیا جائے تو مشکل نہیں۔ اس وقت یہ آیت اختیار کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ عورتوں کے ان فاسد خیالات کی اصلاح ہوجائے۔ یہ تمہید تھی اس آیت کی اس میں اگر کوئی بات عورتوں کی سمجھ میں نہ آئی ہو تو مضائقہ (۴) نہیں کیونکہ تمہید کا سہل (۵) کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

---

(۱) صاف ستھرے ہوکر ایک طرف بیٹھے رہتے ہو اس لئے نماز روزہ کرسکتے ہو ہمیں تو بہت سے کام ہیں (۲) پیشاب پاخانہ دھونا (۳) گھنٹوں مصروف رہتی ہیں (۴) کوئی حرج نہیں (۵) آسان کرنا

مغفرت واجر کی ضرورت

اب اصل مضمون کو سہل طریقہ سے بیان کرونگا تاکہ عورتوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہمارے ذمہ کیا کیا احکام ہیں، نیز اس آیت کے خاتمہ سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ جو لوگوں کا عام خیال ہے کہ جو کچھ چاہو کرو واللہ غفورٌ الرحیم ہیں تو اس وعدہ مغفرت میں خاص شرطیں ہیں قرآن میں یہ کہیں نہیں فرمایا گیا کہ جو کچھ چاہو کرو پھر بھی اجر عظیم ہوگا بلکہ مغفرت کے لئے کچھ قیود ہیں اب سمجھو کہ وہ باتیں کیا ہیں جن پر مغفرت واجر کا وعدہ ہے۔ مگر پہلے یہ بات بھی معلوم کر لینی چاہیے کہ آیا مغفرت واجر کی ضرورت بھی ہے یا نہیں تو ایسا کوئی شخص نہیں ہو سکتا جس کو ان دونوں کی ضرورت نہ ہو کیونکہ جملہ اشیاء دو قسم پر ہیں نافع ومضر(۱) اور ہر شخص یا تو منفعت کا طالب ہوتا ہے یا مضرت کو رفع کرتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ جنت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور عذاب دوزخ سے بڑھ کر کوئی عذاب اور مضرت نہیں اور جب چھوٹی سی نعمت کے لینے اور ہلکے سے عذاب سے بچنے کی بڑی کوشش کی جاتی ہے تو اس کے لئے کوشش کیونکر ضرور نہ ہوگی تو کوئی مسلمان بلکہ کوئی شخص ان دونوں سے مستغنی نہیں تو یہ دونوں چیزیں سب کے نزدیک مطلوب ہیں جنت کا حاصل کرنا یہ اجر عظیم ہے اور دوزخ سے بچنا یہ مغفرت ہے کیونکہ جب گناہ معاف ہو گئے تو دوزخ سے نجات ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ اس آیت میں ان ہی دونوں باتوں کی تحصیل کا طریقہ بیان فرماتے ہیں، اگر دوزخ سے بچنا اور جنت میں پہنچنا چاہے تو ہم بتلاتے ہیں کہ وہ کیا کیا کام کرے چونکہ ہر مسلمان پر ثابت ہو گیا کہ یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں اس لئے

---

(۱) تمام چیزیں دو قسم کی ہیں فائدہ مند اور نقصان دہ

لازم ہے کہ معلوم کریں کہ وہ کون سا طریقہ ہے جس سے جنت و مغفرت حاصل ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کا کسی سے کچھ رشتہ تو ہے نہیں جو بدون(۱) کچھ کئے جنت دے دیں جو قانون سے مستحق ہوگا اس کو دی جائے گی اور جو مستحق نہ ہوگا اس کو نہیں مل سکتی اگرچہ حق تعالیٰ قانون کے خلاف کرنے پر بھی قادر ہیں مگر ایسا کرتے نہیں کیونکہ اس میں اول تو ساری مصالح فوت اور برباد(۲) ہوئی جاتی ہے کیونکہ قانون اسی لئے مقرر ہوتا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور جو کچھ سزا یا انعام کا قانون بیان کیا گیا ہے اس سے مقصود یہی ہے کہ رغبت و خوف کی وجہ سے اچھی طرح احکام پر عمل ہو اب اگر حق تعالیٰ خلاف قاعدہ مستحق انعام کو سزا یا مستحق سزا کو انعام دینے لگیں تو قانون سزا و انعام بالکل رائگاں(۳) اور جو مصلحت تھی وہ بالکل برباد ہو جائے گی اور سزا و انعام کا بیان کرنا بالکل لغو ہو جائے گا جس سے ذات خداوندی پاک ہے البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قدرت حق تعالیٰ کو ہر طرح ہے کہ چاہے مستحق انعام کو سزا دیں یا مستحق سزا کو انعام دیں مگر وہ ایسا کریں گے نہیں۔

جنت دوزخ کے متعلق غلط نظریہ

میں اس وقت ایسے مسلمانوں سے ملا ہوں جن کا خیال یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کوئی چیز نہیں محض تخویف اور ترغیب(۴) کے لئے یہ نام بیان کئے گئے ہیں۔ نعوذ باللہ ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرآن میں جتنی وعیدیں چوری اور زنا، ظلم و ستم، کفر و معصیت پر ہے یہ سب ایسے ہیں جیسے بچوں کو ڈرایا جاتا ہے کہ چپ رہو ہَوّا آ جائے گا

(۱) بغیر جو کئے (۲) ساری مصلحتیں ضائع ہو جاتی ہیں (۳) بیکار (۴) صرف خوف اور شوق پیدا کرنے کے لئے

ایسے ہی جتنے انعامات جنت وغیرہ بیان کئے گئے ہیں یہ بھی محض پھسلانا(۱) ہے جیسا کہ بچوں کو بہلایا کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے جواب میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ بات ایک ادنیٰ حاکم کے کلام میں ہونا بھی سخت عیب ہے، چہ جائیکہ احکم الحاکمین کے کلام میں ہو کیونکہ اس کو تو جھوٹ موٹ بہکانا بولتے ہیں اور خدا جھوٹ سے بالکل بری ہے۔ "تعالیٰ اللہ عن ذلك علوا كبيرا ومن اصدق من الله حديثا"

لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ جنت و دوزخ محض ترغیب و ترہیب(۲) کے لئے ہیں اور واقع میں کچھ نہیں تو رغبت و رہبت(۳) اسی وقت تک ہو سکتی ہے جب تک کہ مخاطب کو یہ راز نہ معلوم ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ اصل حال معلوم ہو جانے کے بعد یہ ترغیب و ترہیب ایک غیر واقعی امر سے ہے، رغبت و رہبت بالکل نہیں رہ سکتی پھر ان لوگوں کا اس امر(۴) کے معلوم ہونے کا دعویٰ کرنا کہ جنت و دوزخ کوئی چیز نہیں سراپا غلط ٹھہرا۔ غرض اول تو اس کے خلاف واقعہ ماننے سے معاذ اللہ کلام اللہ پر لغویت کا دھبہ(۵) آتا ہے جس کو مسلمان کلام الٰہی کے لئے ہرگز گوارا نہیں کر سکتے۔ پھر جو مقصود شارع کو ان وعیدوں اور انعاموں کے بیان کرنے سے ہے کہ لوگوں کو مکلف و مقید(۶) بنایا جائے اس صورت میں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتا ایسا شخص جس کا ان وعیدوں کے بارے میں ایسا خیال ہے کہ یہ غیر واقعی ہیں یقیناً ارتکاب جرائم میں دلیر ہوگا۔ اول تو یہ سب کے سامنے جو چاہے کریگا اور اگر سامنے کرنے میں کسی کا پاس و لحاظ ہوا تو تنہائی میں تو ہرگز نہ چوکے گا۔

---

(۱) بہلانا (۲) شوق دلانے اور ڈرانے کے لئے (۳) شوق و خوف (۴) بات (۵) اللہ کے کلام پر بیکار ہونے کا الزام آتا ہے (۶) لوگوں کو اس کا پابند کیا جائے۔

تمدن کے قیام کے لئے مذہب کی ضرورت

مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اس خیال کا جنگل میں ہے اور وہاں ایک دوسرا شخص بھی موجود ہے سوائے ان دونوں شخصوں کے وہاں کوئی نہیں نہ پولیس نہ چوکی پہرہ اب فرض کرلو کہ اتفاق سے اس دوسرے شخص کی موت آگئی اور اس کے پاس ایک لاکھ روپے کا نوٹ ہے اور اس کے کاغذات سے اس کا پتہ بھی معلوم ہوگیا کہ فلاں خاندان کا اور فلاں شہر کا باشندہ ہے اور یہ بھی اسے خبر ہے کہ اس کا وارث ایک یتیم بچہ ہے۔ یہ سب کچھ ہے مگر اس واقعہ کی کسی کو خبر نہیں کہ یہ شخص کہاں مرا اس کے پاس مرتے وقت کیا سامان تھا نہ کوئی دعویٰ کرسکتا ہے نہ مقدمہ چل سکتا ہے بتلایئے ایسے حالت میں یتیم بچہ تک روپیہ پہنچادینے پر کوئی قوت اس شخص کو بجز خوف خدا و عذاب آخرت کے مجبور کرسکتی ہے اور کیا ایسا شخص جو وعید الٰہی کو محض تخویف (۱) سمجھتا ہے اس روپیہ کو اصل وارث تک پہنچادے گا۔ بالخصوص اس صورت میں کہ اس کو روپیہ کی حاجت بھی ہو۔ یہ اسی شخص کا کام ہے جو خدا کے تمام وعدہ و وعید کو حق سمجھتا ہے اور اس کے دل میں عذاب آخرت کا خوف ہے۔ اس گندہ عقیدہ سے جہاں مصالح شرعیہ برباد ہوتی ہیں مصالح تمدنیہ بھی بالکل فوت ہوجاتی ہے اب آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ تمدن کے لئے مذہب کی کس قدر ضرورت ہے صرف حکومت سے تمدن ہرگز نہیں قائم ہوسکتا کیونکہ حکومت کا زور ظاہر تک منحصر (۲) ہے دل میں شائستہ اخلاق مذہب ہی سے پیدا ہوسکتے ہیں مجھے سخت حیرت ہے کہ تمدن کے مدعی مذہب کی ضرورت سے کیوں

---

(۱) ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی ارشاد فرمائی ہوئی ان وعیدوں کو صرف ڈرانے کا ذریعہ سمجھے (۲) حکومت کا زور ظاہری افعال تک محدود ہے۔

ناواقف ہیں اگر تمدن کوئی ضروری چیز ہے تو مذہب اس سے پہلے ضروری ہوگا مذہب کی ضرورت نہ مان کر کوئی تمدن قائم کرنا چاہے تو ناممکن ہے۔ دعوئی تمدن کے بعد مذہب سے لاپرواہی کرنا ایسا ہی ہے

یکے بر سر شاخ وبن می برید خداوند بستاں نگہ کرد ودید(۱)

تو یہ لوگ جس تمدن کی شاخ پر بیٹھے ہوئے ہیں اسی کی جڑ کو کاٹ رہے ہیں۔ عجیب بات ہے قول سے تو ضرورت تمدن ثابت کی جاتی ہے اور فعل سے اس کی نفی کرتے ہیں غرض آپ کو معلوم ہوگیا کہ جنت ودوزخ واقعی چیزیں ہیں اور یہ اسلام کا مسلمہ مسئلہ(۲) ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ مغفرت اور اجر کی ہر شخص کو ضرورت ہے۔

مغفرت اور اجرِ عظیم کے حصول کی شرائط

اب اس مقام پر حق تعالیٰ نے مغفرت واجر عظیم کے لئے کچھ شرطیں بیان فرمائی ہیں کہ جو کوئی عذاب سے بچنا چاہے اسے یہ تمام شرطیں پوری کرنی ہوں گی۔ ان میں سے بعض تو ایسی شرطیں ہیں کہ بدون ان کے حاصل کئے کبھی نجات نہیں پاسکتا اور وہ اسلام وایمان کی شرط ہے اور بعض ایسی ہیں کہ ان کے بدون نجات ہو جائے گی مگر بدیر(۳) ہوگی اول اصولی شرائط ہیں اور دوسری فروعی جیسے گورنمنٹ کے جرم دو قسم کے ہیں ایک تو باغی ہونا کہ بادشاہ کو بادشاہ ہی نہ سمجھا جائے۔ یہ جرم اصولی ہے جب تک یہ جرم باقی ہے اس کا مرتکب کبھی قابل معافی نہیں اور ایک جرم فروعی ہے کہ بادشاہ کو بادشاہ مان کر پھر بھی شرارت نفسانی سے کوئی کام خلاف مرضی شاہ کیا

ترجمہ شعر ایک آدمی شاخ پر بیٹھا ہوا ہے اور جڑ سے اس کو کاٹ رہا ہے ۔ باغ کے مالک نے توجہ کی اور دیکھ۔

(۲) اسلام کا تسلیم شدہ مسئلہ ہے (۳) دیر سے

جائے جیسے چوری کی، کسی کا مال چھین لیا، کسی کو ضرب (۱) شدید پہنچادی یہاں تک کہ حاکم نے سزا کر دی مگر حکام اس شخص سے ایسے ناراض نہیں ہوتے جیسے باغی سے ہوتے ہیں اور دونوں کے اثر میں بھی بڑا فرق ہوگا کہ جرم فرعی کے مرتکب کو میعادی سزا ہوگی مثلاً اگر دس سال کی قید ہوئی اور وہ زندہ رہا تو چھوڑ دیا جائے گا بخلاف باغی کے کہ اصولی جرم کبھی معاف نہیں ہوسکتا اور اگر وہ اپنی بغاوت سے باز نہ آئیگا تو اس کے لئے حبس دائمی (۲) یا کالا پانی یا قتل تجویز کیا جائے گا۔ دنیاوی قواعد میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلاً اصولی جرم قابل معاف نہیں ہوتا اور فروعی جرم اکثر معاف کردیا جاتا ہے۔ پس اسی قاعدہ کے موافق قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشآء (۳)" کہ خدا تعالی شرک کو معاف نہیں فرمائینگے اس کے سوا دوسرے گناہ جس کے چاہیں معاف فرمائیں گے۔

اس آیت میں بھی حق تعالی نے مغفرت واجرِ عظیم کا قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ کن کن شرطوں کے بعد یہ دونوں حاصل ہوسکتے ہیں۔ سب سے پہلے ایمان واسلام کو بیان فرمایا ہے یہ اصل شرط ہے اس کا چھوڑنا اصولی جرم ہوگا۔ یہ ہرگز معاف نہ ہوگا اور اس کے تارک کو کبھی نجات حاصل نہ ہوگی اس کے بعد دیگر فروعی شرائط مذکور ہیں جن کے پورا نہ کرنے سے انسان عذاب کا تو مستحق ہوتا ہے مگر بعد چندے (۴) نجات پا جائے گا پس جو لوگ مغفرت واجرِ عظیم کے طالب ہیں وہ اس آیت کے مضمون کو بغور سن لیں کہ مغفرت کن اعمال سے حاصل ہوگی ہم لوگ صرف اسی پر اکتفا کیے بیٹھے ہیں

---

(۱) کسی کو خوب مارا پیٹا (۲) عمر قید یا جلا وطنی یا سزائے موت تجویز ہوگی (۳) سورۃ النساء آیت ۱۱۶ (۴) کچھ عرصہ بعد

کہ ہم مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہم یقیناً مستحق مغفرت واجر عظیم ہوگئے۔

صرف مسلمان گھرانے میں پیدا ہونا باعث نجات نہیں

یہ بڑا دھوکہ ہے کہ جس نے ہم کو اصلی کام سے روک رکھا ہے جو کہ شرائط کو بجالانا اور پورا کرنا ہے۔ صاحبو بتلایئے کہ اگر کوئی باغی کسی شریف وفادار سلطنت کے گھر میں پیدا ہوا ہو تو یہ اس کو کچھ نفع ہو سکتا ہے ہرگز نہیں اس سے کچھ نہیں ہو سکتا بلکہ زیادہ موجب عتاب (۱) ہوگا کیونکہ یہ شخص یہ عذر نہیں پیش کر سکتا کہ مجھ کو حقوق سلطنت کا پورا علم نہیں تھا۔ ایک باغی کا لڑکا تو تھوڑی دیر کیلئے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں بغاوت میں معذور تھا کیونکہ میرا خاندان سارا باغی ہے مجھے حقوق سلطنت کا علم کافی طور پر حاصل نہیں ہو سکا پس معلوم ہوا کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہونا اس وقت تک کچھ بھی نفع نہیں دے سکتا جب تک کہ اپنے اندر اطاعت کا مادہ نہ ہو البتہ اگر مسلمان کے گھر میں پیدا ہو کر ہم بھی اطاعت کریں اور احکام کی پابند ہوں تو اس وقت ہم کو اس سے کچھ نفع ہو سکتا ہے کہ ہم مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے تھے جیسا کہ گورنمنٹ کے نزدیک اس شخص کی قدر دوسروں سے زیادہ ہوگی جو خود بھی خیر خواہ سرکار ہو اور اس کی کئی پشتیں بھی سلطنت کی خیر خواہ ہو چکی ہوں اور بعض دفعہ اس شخص کی بھی زیادہ وقعت ہوتی ہے جس کے اسلاف باغی ہوں اور وہ اپنی ذات سے مطیع ہو جب بادشاہ کو خبر ہوگی کہ باغی کا لڑکا مطیع ہو کر آیا ہے اس کے دل میں ضرور اس کی عزت وقدر ہوگی مگر شریف کا بیٹا ہو کر باغی ہو جائے تو تمام دنیا کے جہلاء وعقلاء اس کو بیقدری کی نگاہ سے دیکھیں گے اور اس وقت شرافت واطاعت اسلاف (۲) اس کے کچھ کام نہیں آئے گی۔ غرض بزرگوں کا

(۱) سزا کا باعث ہونا (۲) بزرگوں کی شرافت اور فرمانبرداری۔

مطیع وتابعدار ہونا خردوں (۱) کے چھوٹ جانے کے لئے کافی نہیں ہوسکتا تو جو یہ لوگ آجکل فخریہ کہتے ہیں کہ ہم تیرہ سو برس سے مسلمان ہیں بدون اپنی کوشش کے کچھ مفید نہیں ہوسکتا۔ اب تو یہ حالت ہے کہ بہت سے مسلمانوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ نماز کیا ہے اور روزہ کیا ہے۔

ہر کام کے لئے وقت مقرر کرنا شرعی مسئلہ ہے

بریلی میں ایک عورت نے کہا کہ رمضان میں روزہ رکھنا اختیاری ہے خواہ رکھو یا نہ رکھو کوئی ضروری فرض نہیں۔ افسوس ہے کہ بریلی جیسا شہر اور اس میں ایک عورت کو خبر نہیں کہ روزہ کیا چیز ہے حالانکہ اس وقت تو غیر مذہب والوں کو بھی بہت سی باتیں معلوم ہوگئی ہیں۔ مجھے ایک جنٹ (۲) کے اجلاس میں شہادت دینے کا اتفاق ہوا مجھ سے اس نے طلاق کے متعلق ایسے سوالات کئے کہ میں دنگ رہ گیا۔ تو وہ لوگ کھود کرید کرتے ہیں کہ مسلمان آج کل اپنے مذہب کو ایسے بھولے ہیں کہ بعضی باتیں جو اسلام کی تعلیم کردہ ہیں دوسروں کی طرف سے منسوب کرتے مثلاً انضباط اوقات کا وصف (۳) ہمارے اندر بالکل نہیں انگریزوں کو اس کا بڑا اہتمام ہے مسلمان اس کو ایسے بھولے کہ اب یوں سمجھتے ہیں کہ یہ انہی کی بات ہے اب اگر کوئی مسلمان اپنے اوقات کو منضبط کرے تو اس پر لعن وطعن (۴) ہوتے حالانکہ انضباط اوقات شریعت کا مسئلہ ہے۔ شمائل ترمذی میں حضور ﷺ کی تقسیم اوقات کے متعلق ایک حدیث مشرح (۵)

---

(۱) چھوٹوں (۲) انگریز حاکم (۳) ہر کام کے لئے وقت معین کرنے کی خوبی (۴) اب اگر کوئی مسلمان اپنے ہر کام کا وقت معین کر کے اس وقت میں وہ کام کرے تو لوگ اس کو برا بھلا کہتے ہیں حالانکہ یہ شرعی مسئلہ ہے (۵) حضور کے پابندیٔ اوقات کے بارے میں حدیث میں وضاحت سے موجود ہے۔

مذکور ہے کہ آں حضرت ﷺ جب گھر میں جاتے تھے تو اپنے وقت کے تین حصے کرتے تھے ایک حصہ خدا کی عبادت کے لئے ایک حصہ گھر والوں کے لئے ایک حصہ اصحاب کے لئے اس وقت خاص اصحاب آکر عام معاملات کی اطلاع حضور ﷺ کو کرتے تھے کسی کی سفارش پہنچادی کسی کی حاجت کی خبر کردی وعلی ہذا مگر اب مسلمان اس طریقہ سے ایسے غیر مانوس ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ مسئلہ اسلام کا ہے یا انگریزوں کا ایجاد کیا ہوا۔

ملاقات کے لئے اجازت لینا

دوسرا ایک مسئلہ اور ہے جو اس کی فرع ہے اور وہ استیذان(١) کا مسئلہ ہے کہ جب کسی کے پاس جاؤ تو اس سے اجازت لو اگر اجازت دے تب جاؤ ورنہ واپس چلے آؤ تفصیل اسکی یہ ہے کہ مجلسیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک تو وہ کہ عام ملاقات کے لئے ہو جس میں تخلیہ(٢) منظور نہ ہو اس میں استیذان کی ضرورت نہیں بلکہ وہاں پہرا کھڑا کرنا بھی جائز نہیں ہاں اگر اندیشہ ہو تو جائز ہے جیسے مجلس قضا و مجلس وعظ وغیرہ فقہاء نے لکھا ہے کہ قاضی کو الگ مکان نہ بنانا چاہئے جامع مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرنا چاہئے اگر کوئی شبہ کرے کہ مسجد میں غیر مسلم کیونکر جائیں گے تو جواب یہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں جائز ہے البتہ غیر مسلم کو پاک صاف ہونا ضروری ہے بحالت جنابت(٣) مسجد میں نہیں آسکے گا۔ غرض قاضی کو حکم ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرو اسی میں اجلاس قائم کرو اور گواہ بھی وہاں ہی آویں البتہ سزا وغیرہ فرش مسجد سے جدا ہونی چاہئے مسجد میں کسی کو

---

(١) کسی سے ملنے پر اس کی اجازت طلب کرنے کا مسئلہ ہے (٢) تنہائی (٣) جس حالت میں مسلمان پر غسل واجب ہوتا ہے کافر ایسی حالت میں ہو تو مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔

سزا نہ دی جائے۔ شریعت نے اس کو دین کا کام قرار دیا ہے اور واقعی یہ دین کا بڑا کام ہے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ خلقت کو نفع پہنچایا جاوے اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حکومت دین کا کام ہے جب تو اس کے لئے جامع مسجد تجویز کی گئی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کرنا کھیل نہیں ہے جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے اور حکومت کا شوق۔ میں نے ایک نواب زادے کو دیکھا کہ وہ پانچسو روپیہ ماہوار گھر سے منگواتے تھے اور بے تنخواہ کے ڈپٹی تھے تو اجلاس پر پہرہ چوکی بٹھانا حاکم کو اس لئے جائز نہیں کہ اس کی مجلس عام ہونی چاہئے تاکہ تمام مخلوق اپنی مصیبت بیان کر سکے ایک قسم کی تو یہ مجلس ہے اس میں استیذان کی ضرورت نہیں اور ایک مجلس تنہائی کی ہوتی ہے جو ذاتی کام پورے کرنے کے لئے ہوتی ہے جیسے امیروں کی آرام گاہ کہنی چاہئے اور غریبوں کا گھر اس میں جانے کیلئے استیذان کی ضرورت ہے بلا اجازت کے جانا جائز نہیں البتہ اگر قرائن سے اجازت معلوم ہو جائے تب بھی جانا جائز ہے اس صورت میں صاحب مکان کو پورا اختیار ہے کہ جس کو چاہے آنے دے اور جس کو چاہے روک دے اور یہ حکم کہ اگر اجازت نہ دے تو نہ ملے ہوئے واپس ہو جائیں گے تو یہ مسئلہ شریعت کا ہے مگر مسلمان اس سے واقف نہیں اور اس کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور اگر کوئی اس پر عمل کرے تو اس کو صاحب مادر سمجھا جاتا ہے ہم لوگوں کی بے توجہی کی یہ حالت ہے کہ ہم یہی سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوتا ہی اسلام ہے اور یہی کافی ہے کچھ کرنے کرانے کی ضرورت نہیں اور یہ مرض عورتوں میں زیادہ ہے کیونکہ مرد تو کچھ لکھتے پڑھتے بھی ہیں بہت سی باتیں معلوم کر لیتے ہیں نیز اکثر علماء سے ملتے رہتے ہیں بہت سی باتیں کانوں میں پڑی رہتی ہیں مگر عورتوں کو سوائے

کھانے پکانے کے کسی چیز کی خبر نہیں۔ اگر ہے تو صرف نماز کی جو نماز پڑھتی ہیں وہ سب کچھ ہے اور جو بھی حج کر لے وہ تو اپنے وقت کی رابعہ بصریہ ہے اور جو زیور کی زکوۃ بھی دینے لگے اس کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں۔ غرض ان کو بجز معدودے (۱) چند باتوں کے اور کسی چیز کی خبر نہیں۔

حقیقت دین

حق تعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتے ہیں کہ دین کیا چیز ہے۔ آیا مسلمان کہلانا یا مسلمان کہلا کر چند اعمال کر لینا ہی اسلام ہے یا اور بھی کچھ ضروری ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔ ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقنتین والقنتات والصدقین والصدقت والصبرین والصبرت والخشعین والخشعت والمتصدقین والمتصدقت والصائمین والصائمت والحفظین فروجھم والحفظت والذکرین اللہ کثیرًا والذکرات اعد اللہ لھم مغفرۃً واجرًا عظیمًا☆

میں اس کا ترجمہ کیے دیتا ہوں کہ اسلام والے مرد اور اسلام والی عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور تھامنے والے مرد اپنی شہوت کی جگہ اور تھامنے والی عورتیں اور یاد کرنے والی مرد اللہ کو اور بہت یاد کرنے والی

(۱) سوائے چند باتوں کے

عورتیں تیار کی ہے خداوند تعالی نے ان سب مرد وعورتوں کیلئے مغفرت اور اجر بڑا۔

اسلام اور ایمان ایک ہی چیز ہے مگر ہر عمل کے دو درجے ہوتے ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی اسی طرح اسلام زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے اور اس کا دل سے ماننا یہ ایمان ہے تو اسلام اقرار ہوا اور ایمان تصدیق قلبی یہ تو سب سے مقدم شرط ہے کہ اقرار توحید و رسالت زبان سے کرے اور دل میں اس کی تصدیق ہو۔ کیونکہ یہ اصول میں سے ہے اس کو تو سب جانتے ہیں اس لئے اس کے متعلق اس وقت زیادہ بیان کی ضرورت نہیں البتہ اعمال میں آجکل کوتاہیاں کی جارہی ہیں ان کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔

بعض لوگوں کی غلط فہمی

بہت سے لوگوں نے یہ یاد کرلیا ہے کہ "من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے وہ جنتی ہوگیا، بس اس کو کسی کام کی ضرورت نہیں۔ بعض تو یہاں تک گمراہ ہوئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کہنے کی ضرورت نہیں جانتے دھوکہ اس سے ہوا کہ اس مقام پر صرف لا الہ الا اللہ مذکور ہے لوگ یہ سمجھے کہ اتنا ہی کہنا مقصود ہے۔ اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی ایک خواندہ شخص کو میں نے پانچسو مرتبہ لاحول پڑھنے کو خط میں بتلایا اور اتفاق سے میں رام پور گیا کہ وہ وہاں ہی رہتے تھے تو اس نے کہا کہ میں بتلایا ہوا پڑھتا ہوں مگر ابھی میرا کام نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو؟ تو آپ کہتے ہیں لاحول لاحول پڑھا کرتا ہوں۔ میں نے اس پر کہا کہ بندہ خدا 'لا حول' سے مراد کیا فقط 'لا حول' تھی۔ تو جیسے یہ شخص لاحول سے

صرف لاحول پڑھنا سمجھا اسی طرح بعض بیوقوف لا الہ الا اللہ سے صرف اتنا ہی پڑھنا سمجھے حالانکہ مقصود اتنا نہیں ہے بلکہ پورا کلمہ ہے مع دیگر شرائط کے اور لیجئے اگر کوئی کہے کہ یٰسین پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے تو کیا اس کے یہ معنی کیے جاویں گے کہ صرف لفظ یٰسین سے اتنا ثواب ملتا ہے۔ میں نے حکیم عبدالمجید صاحب کو دیکھا ہے کہ نسخہ لکھوانے کے وقت شاگردوں کو صرف ایک دو جز بتلا دیتے تھے اور مراد پورا نسخہ ہوتا تھا تو یہ تو رات دن کا ہمارا ہی محاورہ ہے کہ بولنے میں اختصار کر کے پوری بات مراد ہوتی ہے پھر نہ معلوم اس محاورہ سے دین میں کام کیوں نہیں لیا جاتا۔ اور من قال لا الہ الا اللہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کو کس طرح خارج سمجھ لیا گیا اور جو لوگ پورا کلمہ مراد بھی لیتے ہیں ان سے یہ شکایت ہے کہ وہ عمل کو ضروری نہیں سمجھتے جس کا یہ اثر ہے کہ صرف کلمہ پڑھ کر یہ لوگ کسی چیز سے نہیں رکتے نہ چوری سے نہ زنا سے کیونکہ گمان یہ ہے کہ محض کلمہ پڑھ لینا مغفرت اولیہ(۱) کے لئے کافی ہے، اس خیال کی اصلاح کیلئے حق تعالیٰ نے ایک بڑی فہرست ہم کو بتلائی ہے اس کو کہاں حذف کر دیا گیا مجھے اس وقت اسی کا بیان کرنا زیادہ مقصود ہے کہ دین کے بہت سے اجزا ہیں لوگوں نے جو اس کو اختصار کر لیا ہے یہ ان کی غلطی ہے اور یہی وجہ کے اس زمانہ میں مسلمان زیادہ بدنام ہیں کیونکہ ناواقف غیر مذہب والا یہ سمجھتا ہے کہ جیسے ان کے اعمال ہیں شاید یہی مذہب اسلام کی تعلیم بھی ہے ہماری وہ حالت ہے کہ اس کو دیکھ کر غیر مذہب والے اسلام سے نفرت کرنے لگے کیونکہ ہر مذہب کے لوگ اس مذہب کے معبر(۲) ہوتے ہیں۔

---

(۱) کہ صرف کلمہ پڑھنے سے ہی مغفرت ہو جائے گی کسی اور کام کی ضرورت نہیں (۲) مذہب کا نمائندہ

دیکھنے والا آدمیوں کے افعال سے مذہب کی عمدگی یا خرابی پر استدلال کیا کرتا ہے چنانچہ اہل یورپ نے بہت سے دھبے اسلام پر لگائے ہیں اس کا سبب عناد ہے یا ناواقفی انہوں نے ظالم سلاطین کے طرز عمل کو یا ہمارے افعال و اخلاق کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ اسلام کی یہی تعلیم ہے۔ صاحبو! کوئی ہمارے خلفائے راشدین کو دیکھے اور آج کسی جگہ ہمیں ان کی نظیر دکھاوے اخلاق میں سیاست میں عدل و انصاف میں انشاء اللہ تعالیٰ مخالف اگر انصاف سے بتلائے تو ہرگز ان کی نظیر نہیں دکھا سکتا اور ہماری صفات کا جیسے یہ اثر ہے کہ اسلام پر الزام لگتا ہے ان حضرات کی صفات کا یہ اثر تھا کہ اسلام محبوب ہو کر پھیلتا جاتا تھا اور یہی اصلی سبب ہے اشاعت اسلام کا۔ اہل یورپ کا یہ خیال ہے کہ اسلام کی اشاعت میں تلوار کے زور سے کام لیا گیا ہے اور اس کیلئے دلیل میں واقعات جنگ وہ پیش کرتے ہیں کہ سلاطین اسلام نے کس قدر خونریزیاں کی ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ جنگ مطلقاً تمدن کے خلاف ہے اور آج متمدن قومیں بھی ضرورت کے وقت جنگ کرتی ہیں معلوم ہوا کہ بروقت لڑائی کرنا تہذیب و تمدن کے اعتبار سے جائز ہے پس اب میں ظالم سلاطین کی تو طرفداری نہیں کرتا البتہ خلفاء راشدین کی بابت دعوئی سے کہتا ہوں کہ انہوں نے بناء ضعیف(۱) پر کبھی جنگ نہیں کی کسی قوی سبب کی بنا پر وہ لڑائی کرتے تھے۔

لڑائی سے متعلق ایک اہم اسلامی ضابطہ

اور لڑائی کے متعلق اسلامی قانون اگر مخالفین کی نظر سے گذرا ہوتا تو کبھی یہ لفظ زبان سے نہ نکالتے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ قوانین جنگ اسلام نے بہت

(۱) کمزور بنیاد پر

سے بتلائے ہیں مگر میں اس وقت ایک مختصر قانون بیان کرتا ہوں۔اسلام کا مسئلہ ہے اور خلفاءِ راشدین کا ہمیشہ اسی پر عمل درآمد رہا ہے کہ اگر کوئی شخص مقابلہ کے وقت تمہارے باپ کو،تمہارے بیٹے کو یا تمہارے بھائی کو غرض سب متعلقین کو قتل کر ڈالے اور عرصہ تک خونریزی کرتا رہے پھر کسی وقت قابو میں آجائے تم اس سے بدلہ لینا چاہو اور وہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کہہ دے تو حکم ہوتا ہے کہ اس کو فوراً چھوڑ دو،اگر چہ تم کو یقین کامل ہو کہ اس نے جان کے خوف سے کہا ہے اور دل سے اسلام نہیں لایا تب بھی فوراً تلوار اٹھا لو ورنہ اگر اس کو مارا گیا تو تم جہنم میں جاؤ گے اگر چہ یہ بھی خطرہ ہو کہ یہ اس وقت جان بچا کر پھر تم کو قتل کرے گا جو کچھ چاہے ہو اب اس کا مارنا ہرگز جائز نہیں۔تو جس مذہب نے اتنی بڑی سپر(۱) دوسروں کے ہاتھوں میں دے دی ہے اب بھی اس کے بارے میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ بزور شمشیر پھیلا ہے۔اور اس قانون پر ہمارے سلف صالحین پر پوری طرح عمل کرتے تھے۔

مخالفین سے حسنِ سلوک

ہرمزان نے مسلمانوں کو بہت سی ایذائیں پہنچائی تھیں آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گرفتار کر کے لایا گیا حضرت عمرؓ نے اس پر اسلام پیش کیا مگر اس نے نہ مانا آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا اس نے ایک چال چلی کہ حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آپ مجھے قتل تو کرتے ہی ہیں تھوڑا سا پانی منگوا دیں آپ نے پانی منگایا اس نے پانی گرایا اور کہا کہ میں کیا خاک پانی پیوں سر پر تو تلوار تنی ہوئی ہے(۲) آپ نے تسلی کے

(۱) ڈھال (۲) میں پانی کیسے پیوں جب کہ میرے سر پر ایک شخص تلوار لے کر کھڑا ہے جو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔

لئے فرمایا لا باس علیک ☆ کہ تم اطمینان سے پیو ڈرو نہیں اس کے بعد جو پانی آیا تو اس نے اس کو اطمینان سے پیا اور کہا امیر المومنین اب آپ مجھ کو قتل نہیں کر سکتے کیونکہ اب آپ مجھ کو امن دے چکے ہیں آپ مجھ سے فرما چکے ہیں لا باس علیک کہ کچھ خوف نہ کرو اور یہ کلمہ امن کا ہے اور میں نے آپ کا پانی پیا تو میں آپ کا مہمان ہو چکا ہوں۔ آپ نے انکار فرمایا کہ نہیں میں نے تم کو امن نہیں دیا صرف پانی پینے کی اجازت دی تھی مگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ہرمزان کی تائید کی کہ واقعی آپ نے اس کلمہ سے امن دیدیا ہے اگرچہ نیت نہ ہو چنانچہ پھر حضرت عمرؓ نے اس کو قتل نہیں کیا اور فرمایا کہ مجھ کو ایک فارسی نے آج دھوکہ دیدیا ہے ہرمزان کو اپنی چال پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ خوب جانتا تھا کہ حضرت عمر امن کا کلمہ کہہ کر پھر ہرگز قتل نہ کریں گے آخر حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ جاؤ تم آزاد ہو یہ واقعہ دیکھ کر ہرمزان فوراً اسلام لے آیا کہ واقعی یہ دین برحق ہے جس میں مخالف کے ساتھ بھی اتنا سلوک کیا جاتا ہے کہ بلا قصد (۱) بھی کلمہ امن کہہ دینے سے اس کی جان بچ جاتی ہے اور اس کو کوئی پھر قتل نہیں کر سکتا اس واقعہ کے بیان کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے اور اس پر خلفاء نے اس طرح پابندی کی ہے کہ ان کی نظیر آج کوئی دکھا نہیں سکتا ہاں پچھلے بادشاہوں کے ہم ذمہ دار نہیں اگر انہوں نے ظلم کیا ہے تو بھگتیں گے ہمارے اسلاف نے ان قوانین پر پورا عمل کیا اور ان کو ترقی وعروج بھی ایسا نصیب ہوا کہ جو کسی قوم کو نصیب نہیں ہوا۔

☆ [illegible]

(۱) بغیر ارادہ کے

صحابہ کا عمل لوگوں کے اسلام لانے کا باعث تھا

صحابہ کے طرز عمل کا دوسری قوموں پر ایسا اثر تھا کہ بہت لوگ جاسوس بن کر آئے مگر ان حضرات کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ ایک یہودی نے چرالی آپ نے اپنے قاضی شریح کے ہاں اس پر دعویٰ کیا قاضی نے گواہ طلب کیے تو حضرت علیؓ نے اپنے آزاد کردہ غلام اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ شریح نے حضرت حسنؓ کی گواہی قبول نہ کی کیونکہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں ہوتی اور مقدمہ یہودی کے موافق فیصل ہوا اس پر یہودی فوراً اسلام لے آیا کہ واقعی یہ دین حق ہے جس میں خلیفہ کے مقابلہ میں ایک رعیت کا یہودی مقدمہ جیت سکتا ہے۔ اس پر میں کہتا ہوں کہ ہمارے اسلاف تو ایسے تھے کہ ان کو دیکھ کر لوگوں کو اسلام کی طرف رغبت ہوتی تھی اور ہم ایسے ہیں کہ ہم کو دیکھ کر نفرت ہوتی ہے اور وجہ اس کی احکام سے بے خبری ہے اور عمل میں کوتاہی کہ سوائے نماز روزہ اور کسی چیز کو جزو اسلام نہیں سمجھتے ہیں کہ نماز پڑھ لی تو سمجھتے ہیں بس بزرگ ہو گئے۔

لوگوں کے نزدیک دینداری کا معیار

میں تو اکثر کہتا ہوں کہ آجکل محکمہ کیمیائی کو ترقی ہے ہمہ چیز کی روح اور ست(۱) نکالا جا رہا ہے ہمارے بھائیوں نے دین کا بھی ست نکالا۔ گورنمنٹ نے آزادی دے رکھی ہے۔ ہر ایک کی ہمت بڑھ گئی جو چاہے کرتا ہے حالانکہ مناسب تو یہ تھا کہ اس آزادی سے نفع حاصل کرتے مگر یہ الٹا اپنا گھر ڈھاتے ہیں گورنمنٹ تو کسی کے مذہب

---

(۱) روح اور جوہر

میں دخل نہیں دیتی اور یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ اسکولوں کے لڑکے زیادہ بے دین نہیں ہوتے جتنے مسلمانوں کے کالجوں کے لڑکے بے دین ہوتے ہیں کیونکہ گورنمنٹ اسکول میں مذہبی گفتگو نہیں ہوتی اور کالجوں میں تو ہر شخص نماز روزہ میں عیب نکالتا ہے۔

ایک خبیث نے نماز کے ترک پر لوگوں کو ترغیب دی تھی اگرچہ بعد میں اس کو سیکرٹری نے نکال دیا مگر کچھ بعض سرزمین میں اثر ہے کہ مذہب سے لاپروائی ہو جاتی ہے اسی لئے میں یہ رائے دیتا ہوں کہ ایسے کالجوں میں لڑکوں کو نہ بھیجا جائے تو آجکل مسلمانوں نے مذہب کا بھی ست نکال لیا ہے کہ نماز روزہ تسبیح کا نام اسلام ہے میں نے بہت لوگ دیکھے ہیں کہ لمبی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں اور سود لیتے ہیں۔ اور دو دو مرتبہ مال گذاری وصول کرتے ہیں اور پھر اچھے خاصے مسلمان کے مسلمان ہیں تو آجکل ثقاہت (۱) تسبیح کا نام ہے جھوٹ بولتے ہیں اور رشوت لیتے ہیں زمین دوسروں کی دبا لیتے ہیں لڑکیوں کا حق نہیں دیتے بہن پھوپی کا حق لے کر ادا نہیں کرتے اور پھر نیک کے نیک ہیں آجکل نیکی بڑی سستی چیز ہوگئی ہے بات یہ ہے کہ لوگوں نے واقعی دین کا بھی ست اور خلاصہ نکال لیا ہے، بہت سی چیزوں کو دین سے نکال دیا ہے۔

تکبر کا علاج

اس آیت میں اسی بات کو حق تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ دین کیلئے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ فرماتے ہیں ''ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقنتین والقنتت''۔

---

(۱) قابل اعتماد نیک۔ ہے (۲) بیشک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں فرماں بردار مرد فرماں بردار عورتیں۔

معلوم ہوا کہ اسلام و ایمان کے بعد صفت قنوت بھی ضروری ہے جس کے معنی ہیں اطاعت یا عاجزی کے اگر پہلے معنی ہیں تو مراد یہ ہے کہ تمام احکام میں اطاعت کرتے ہیں اور اگر اس کے معنی عجز کے ہیں تو یہ قلب کی اطاعت کا بیان ہوگا جس میں ایک بڑے بھاری گناہ کا علاج ہے جو تمام کبائر کی جڑ ہے یعنی تکبر بلکہ تمام مفاسد دینی اور تمدنی کی جڑ یہی کبر(۱) ہے۔

غصہ اور غیبت اور حسد غرض تمام برے اخلاق اسی سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً کسی چمار کو بادشاہ سے حسد کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا ہوگا کیونکہ وہ غریب اپنے کو حقیر سمجھتا ہے اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ بادشاہی کی آرزو کرے جو لوگ اپنے آپ کو بادشاہی کے لائق اور قابل سمجھتے ہیں وہی بادشاہوں سے حسد کرسکتے ہیں اسی کا نام تکبر ہے کہ اپنی طرف کسی کمال کو منسوب سمجھے حق تعالیٰ شانہ نے ان تمام مفاسد دینی اور تمدنی کی اصلاح کیلئے تواضع اور عاجزی کا حکم دیا ہے اور تواضع صرف اسی کا نام نہیں ہے کہ زبان سے اپنے آپ کو برا بھلا کہے بلکہ تواضع یہ ہے کہ دل میں اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھے۔ ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی لوگ دعا کیلئے حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا کہ ذوالنوں کو شہر سے باہر نکال دو بارش ہوجائے اس کے گناہوں کی وجہ سے یہ وبال لوگوں پر آیا ہے اور رونے لگے آج کل اول تو اس طرف کسی کا ذہن ہی نہیں جاتا کہ قحط گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر جاتا بھی ہے تو دوسروں کے گناہوں پر نظر کر کے اور اگر کوئی اللہ اللہ کرتا ہو تو خدا جانے اس کا تو کہاں دماغ ہوگا جہاں کسی نے اس کی مخالفت کی تو کہتا ہے کہ دیکھنا کیا

(۱) تکبر ہی کی وجہ سے تمدنی اور دینی امور میں خرابی واقع ہوتی ہے۔

ہوتا ہے خدا کا غضب نازل ہوگا۔ ارے بھائی انبیاء کو تکلیف پہنچا کر تو فوراً عذاب ہوا ہی نہیں تم ذرا سے نماز روزہ کر کے کیا لوگوں کو دھمکاتے ہو اپنی خبر لو۔ اپنے نفس کی اصلاح کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ تواضع پیدا کرو اور جی چاہتا ہے کہ تواضع حاصل کرنے کی تدبیر بھی بتلا دوں اس کی دو تدبیریں ہیں ایک تو آسان ایک مشکل۔ آسان تو یہ ہے کہ کسی وقت بیٹھ کر اپنے عیوب اور دوسروں کے کمالات کو سوچا کرو اور دوسرا اس سے مشکل یہ ہے کہ جس کو اپنے سے کم سمجھتا ہے اس کی تعظیم کرے اس کی جوتیاں سیدھی کرے اور اصل بات تو یہ ہے کہ تواضع پوری طرح اس دوسرے طریق سے ہی حاصل ہوگی۔

☆قدم باید اندر طریقت نہ دم　　　که اصلی ندارد دم بیقدم

☆☆کارکن بگذر از گفتار　　　کاندریں راہ کار دارد کار

ہم کو باتیں بنانی تو بہت آتی ہیں مگر صرف باتوں سے کام نہیں چلتا کچھ کرنا بھی چاہئے۔ اپنے سے چھوٹے کی تعظیم کرو تب یہ خناس دل سے نکلے گا اور عورتوں میں تو یہ مرض تکبر کا مردوں سے بھی زیادہ ہوتا ہے گو یہ کچھ نہیں کرسکتیں کیونکہ ان کی حکومت کچھ نہیں ہے مگر جب کہیں جائیں گی تو زیور کو ظاہر کریں گی یہاں تک کہ اگر جھمکوں (۱) پر کسی کی نگاہ نہ پہنچی ہو تو کان کھجلانے کے بہانے سے دوپٹہ کانوں پر سے ہٹا دیں گی اور سب کی سب ایک ہی مذاق کی ہیں زیور کی کپڑوں کی فہرست سب کو

☆عمل کی راہ چلنا چاہئے نہ دعویٰ کی کہ دعویٰ بغیر ثبوت کے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

☆☆یعنی باتیں بنانی چھوڑو کام میں لگو اس لئے اس راہ سلوک میں کام ہی مقصود ہے۔

(۱) کانوں میں پہننے والا زیور

زبانی یاد ہوتی ہے ہر چیز پر ان کی نظر ہوتی ہے اور یہ سب تکبر ہے جو خدا کو ناپسند ہے اس لئے عورتوں کو بھی فرماتے ہیں والقنتت اور تواضع کرنے والی عورتیں۔ عورتوں کو تواضع حاصل کرنے میں زیادہ کوشش کرنی چاہئے کیونکہ کمزور کا تکبر اور بھی زیادہ برا ہے۔

جھوٹوں میں شمار

آگے فرماتے ہیں والصدقین والصدقت اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں یہ بھی آجکل بڑا مرض لوگوں میں ہو گیا ہے کہ بات بات میں جھوٹ بولتے ہیں اور اگر کبھی سچ بھی کہیں گے تو کسی قدر نمک مرچ لگا کر خصوصاً اگر کوئی عجیب مضمون ہو تو اس پر جب تک حاشیہ نہ لگا دیں اس وقت تک چین نہیں آتا مگر یہ بہت بڑا مرض ہے اس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ بولتے بولتے انسان خدا کے یہاں کذابین میں شمار ہو جاتا ہے۔

خشوع کی حقیقت

والخشعین والخشعت (اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں) خشوع کہتے ہیں سکون کو یہ شامل ہے قلب کو اور جوارح(۱) دونوں کو اس کو جمیعت قلوب و جوارح(۲) کہتے ہیں مثلاً نماز میں خشوع ضروری ہے یعنی دل بھی ساکن ہو کہ خیالات ادھر ادھر پریشان نہ ہوں اور اعضاء بھی ساکن اور پست ہوں اور دوسرے اوقات میں خشوع اسی طرح ہوتا ہے کہ تواضع کے ساتھ سکون اور وقار ملا ہو چھچھورا پن نہ ہو بعض لوگ تواضع کے چھچھورے ہو جاتے ہیں حق تعالیٰ اس کو منع فرماتے ہیں کہ تواضع کے ساتھ سکون اور وقار بھی چاہئے۔

---

(۱) دل اور اعضاء (۲) نماز میں دل اور اعضاء کا یکسو ہونا

صبر کے معنی

والصبرین والصبرت (اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں) اس میں صبر کی تعلیم ہے صبر اس کو نہیں کہتے کہ کوئی مرجائے تو روئے نہیں رونا جائز ہے۔ صبر کہتے ہیں نفس کو اس کی ناگواری پر مستقل رکھنے کو مثلاً کسی نے بری بات کہی تو ہم اس کا انتقام نہ لیں سخت وسست نہ کہیں یہ تو صبر ہے عادات میں تکوینیات میں صبر اس کا نام ہے کہ اگر کوئی مرجائے یا مال چوری ہوجائے یا بیماری پیدا ہوجائے تو جزع وفزع(۱) نہ کریں اور عبادات میں صبر یہ ہے کہ گو عبادت میں حظ اور مزہ نہ آئے مگر عبادت کرتے ہیں اس وقت لوگ بڑی غلطی میں مبتلا ہیں کہ مزہ کے طالب ہیں معلوم ہوتا ہے کہ عاشق نہیں اگر عاشق ہوتے تو ان کو لذت عشق ہی کافی ہوتی کسی مزہ کے طالب نہ ہوتے بلکہ بعض دفعہ لذت عشق ایسی بڑھ جاتی ہے کہ عاشق محبوب کے وصال کی بھی پرواہ نہیں رہتی۔

ایک عاشق کا قصہ ہے کہ آخر میں جب اس کا محبوب اس پر رحم کرکے ملنے گیا تو عاشق نے اس سے کہا (اليك عنى فان حبك قد شغلنى عنك) کہ بس اب دور ہو مجھے تمہاری محبت نے تجھ سے الگ مشغول کردیا ہے۔

مگر یہ حال عشق مجازی میں ہوسکتا ہے کوئی یہ نہ خیال کرے کہ خدا کی محبت بھی کبھی نعوذ باللہ کبھی ایسی ہوسکتی ہے کہ خدا سے بے پرواہ کردے اس کا راز یہ ہے کہ محبوب حادث سبب حدوث محبت کا ہے نہ کہ بقاء(۲) محبت کا تو محبوب حادث کی محبت بدون(۳) اس کے

---

(۱) واویلہ نہ مچائیں (۲) ایسا محبوب جو خود مر کر ختم ہونے والا ہے وہ محبت پیدا ہونے کا سبب تو ہے اسکے باقی رہنے کا سبب نہیں ہے (۳) ایسا محبوب جو ختم ہونے والا ہو اسکی محبت بغیر اسکی ذات کے بھی باقی رہ سکتی ہے

باقی رہ سکتی ہے کیونکہ بقا میں اس کو دخل نہیں اور محبوب قدیم خداوند جل جلالہ وعم نوالہ کی ذات جیسے سبب حدوث محبت ہے سبب بقاء محبت (۱) بھی ہے اس لئے محب خدا کبھی اس سے بے پرواہ نہیں ہوسکتا اور اس سے یہ راز بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ غیر اللہ کے عشق مجازی اور خدا کی محبت کو عشق حقیقی کیوں کہتے ہیں۔ حقیقی اور اصلی محبت وہی ہے جس میں کسی وقت محبوب سے استغناء (۲) نہ ہوسکے اور وہ محبت نام کی محبت ہے جس میں محبوب سے استغناء ہوسکتا ہے۔ مگر اس سے کوئی یہ قیاس فاسد نہ کرے کہ عشق مجازی میں لذت چونکہ بہت ہوتی ہے یہاں تک کہ کبھی محبوب سے بھی بے پرواہی ہوجاتی ہے اس لئے صاحب عشق مجازی کو کسی دوسرے مزہ کی ضرورت نہیں رہتی صرف عشق کا مزہ کافی ہوجاتا ہے اور عشق حقیقی میں چونکہ کبھی محبوب سے استغناء ممکن نہیں یہ علامت اس کی ہے کہ اسمیں لذت کم ہے اس لئے صاحب عشق حقیقی علاوہ لذت عشق کے دوسرے لذات کو طلب کرسکتا ہے تو عشق حقیقی کو یہ رائے دینا صحیح نہ ہوا کہ اور لذات کا طالب نہ ہو سو یہ خیال اس لئے غلط ہے کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ عشق حقیقی تمام چیزوں سے مستغنی کردیتا ہے بجز محبوب جل وعلا کے تو جب لذات معاذ اللہ غیر خدا ہیں تو ان کے مطلوب ہونے کی گنجائش کہاں رہی ان کے درپے ہونا یقیناً غیر اللہ کی طرف توجہ کرنا ہے جو علامت ہے نقصان محبت کی جو لذت کا طالب ہے وہ خدا کا طالب نہیں اسی کو کہتے ہیں

---

(۱) اور ایسا محبوب جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو محبت پیدا ہونے کا سبب بھی ہے اور اسکے بقاء کا سبب بھی اس لئے جو خدا سے محبت رکھے وہ اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا (۲) عشق حقیقی وہی ہے جس میں محبوب سے بے پروائی نہ ہو۔

روز ہا گرفت گور وباک نیست

تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

(یعنی ایام مکلف ہونے پر حسرت نہ کرنا چاہئے اگر گئے بلا سے گئے عشق جواصلی دولت ہے اور سب خرابیوں سے پاک وصاف ہواس کا رہنا ہی کافی ہے)

پس زبوں وسوسہ باشی ولا

گرطرب راباز وانی از بلا

(تم بالکل مغول وساوس سمجھے جاؤ گے۔ اگر محبوب کے طرب وبلا میں فرق سمجھو گے)

حضرت عارف شیرازی فرماتے ہیں

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب

کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

(اصل فراق کوئی چیز نہیں محبوب کی رضا کی طلب کرو اس لئے محبوب سے اس کی رضا کے سوا کوئی دوسری چیز طلب کرنا افسوس کی بات ہے)

غرض مزے کا طالب نہ ہو کام کیے جائے مزہ حاصل ہو یا نہ ہو اپنے معمولات کا پابند رہے تو صبر کی ہر جگہ ضرورت ہے بلکہ ہر بات میں ضرورت ہے کیونکہ طبیعت کے خلاف بہت سی باتیں پیش آتی ہیں جن پر تحمل کرنا ضروری ہے مثلاً کھانا سامنے آیا اور نمک ٹھیک نہیں تو اب گھر والوں پر تشدد نہ کرنا چاہئے صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے کوئی ملاقات کیلئے آیا ہے اور اس سے کوئی ناگوار بات صادر ہوئی یہ بھی صبر کا موقعہ ہے۔

صدقہ کرنا علامت محبت ہے

والمتصدقین والمتصدقت اور صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں صدقہ کا حکم اس لئے فرمایا کہ بعض لوگوں کی نسبت دمحبت زبانی ہوتی ہے۔

گر جاں طلبی مضائقہ نیست در زر طلبی سخن درین ست

(یعنی اگر جان مانگو تو مضائقہ نہیں اور اگر مال مانگو تو اس میں کلام ہے)

زبان سے بہت دعوے کرتے ہیں مگر محبوب کے نام پر خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خدا سے محبت ہی نہیں، اگر محبوب مجازی گھر مانگتا ہے تو دے دیتے ہیں اور کچھ بھی گھر بار کی پرواہ نہیں ہوتی یہ کیسی خدا کی محبت ہے کہ خدا کے نام پر خرچ کرنے میں باوجود وسعت کے سوچتا تامل کرتا ہے اسلئے فرماتے ہیں کہ خیر خیرات بھی کرتے رہا کرو تا کہ دنیا کی محبت دل سے کم ہو آجکل ہماری تو یہ کیفیت ہے کہ اگر خرچ کرتے ہیں تو ناموری کی جگہ پر نیک مصرف میں شاید ہی کسی کا پیسہ خرچ ہوتا ہو اور جو نیک مصرف میں خرچ بھی کرتے ہیں تو بہت سے مصارف میں سے ایسا مصرف اختیار کریں گے جس میں فخر و مباہات ہو یہ آجکل کے دین داروں کی کیفیت ہے اخلاص تو آجکل بالکل رہا ہی نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

میں نے ایک مخلص کی حکایت سنی ہے کہ وہ ایک عالم کے وعظ میں آئے اور ایک ہزار روپے کا توڑا(۱) ان کی خدمت میں پیش کیا لوگوں نے ہر طرف سے تعریف کرنی شروع کردی اس نے جو دیکھا کہ ہر طرف سے تعریف ہونے لگی اور دل میں اخلاص نہیں رہا تھوڑی دیر میں پھر آیا اور کہا کہ مولانا وہ روپیہ میری والدہ کے تھے

(۱) چاندی کے ہزار روپوں سے بھری ایک بوری پیش کی

واپس کردیجئے اب تو لوگوں نے اسے بہت ہی برا بھلا کہا کہ علماء سے تمسخر کرتا ہے۔ مولوی صاحب نے روپے واپس کر دیے جب وعظ کی مجلس ختم ہوچکی اور مولوی صاحب اپنے گھر پہنچے تو وہ شخص ان کے مکان پر پہنچا اور عرض کیا کہ مولانا میں نے آپ کو ستایا اور بہت تکلیف دی وہ ہزار روپے میرے ہی تھے میں اس وقت پیش خدمت کرتا ہوں اس وقت چونکہ لوگوں کی تعریف کی وجہ سے اخلاص میں کمی ہوتی تھی اس لئے میں واپس کر لئے جس پر لوگوں نے مجھے خوب برا بھلا کہہ لیا اور نفس کی اصلاح ہوگئی اب تنہائی میں یہ روپیہ لے کر حاضر ہوا ہوں ان کو قبول کیجئے۔ خلوص اس کا نام ہے تو صاحبو! صدقات میں اخلاص ضروری ہے۔

روزہ کی اہمیت

آگے فرماتے ہیں۔ "الصائمین والصائمات ۱۲۵:۳۳" اور یہ روزہ رکھنے والے مرد اور عورتیں یعنی اسلام کیلئے ایک اور بھی جزو ہے روزہ رکھنا عورتوں کے اندر یہ کمال ہے کہ وہ روزہ بہت شوق سے رکھتی ہیں اور کچھ بہت کمال بھی نہیں کیونکہ ان میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے اس لئے بھوک پیاس کم لگتی ہے اس بارہ میں مرد زیادہ بیٹے(۱) ہیں۔ بہت لوگ روزہ نہیں رکھتے اور بعض تو ایسے بے حیا ہوتے ہیں کھلم کھلا سب کے سامنے حقہ اور پان کھاتے پھرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جب خدا کی چوری نہیں تو مخلوق سے کیا چوری میں کہتا ہوں کہ پھر بیوی کے ساتھ بھی سب کے سامنے ملا کرو جب خدا کی چوری نہیں تو مخلوق کی کیا چوری ان لوگوں کی شرم جاتی رہی خدا کا خوف نہیں رہا روزہ کا توڑنا تو گناہ تھا ہی سب کے سامنے توڑنا بہت ہی بڑا گناہ

(۱) کم ہمت

ہے اس سے کھلم کھلا خدا کی مخالفت ہوتی ہے دوسروں کو جرات بڑھتی ہے۔ تو پہلے مرض لازم تھا اب مرض متعدی ہوگیا۔

زنا کی حقیقت

آگے ارشاد ہے والحفظین فروجھم والحفظت اور اپنے شرمگاہوں کو حرام سے بچانے والے مرد اور عورتیں شرمگاہوں کا حرام سے بچانا تو عقلاً بھی ہر شخص ضروری سمجھتا ہے۔ اور شریعت نے بھی اس کو فرض کیا ہے اور زنا کو سب برا جانتے ہیں اور شریعت نے بھی اس کو حرام کیا ہے مگر لوگوں نے زنا اسی کو سمجھ رکھا ہے جو مباشرت کے ساتھ ہو۔ حالانکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ سے بھی زنا ہوتا ہے ہاتھ سے بھی زنا ہوتا ہے۔ قلب سے بھی زنا ہوتا ہے کان اور پیر سے بھی ہوتا ہے آنکھ کا زنا یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھے ہاتھ کا زنا یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت کو ہاتھ لگائے کان کا زنا یہ ہے کہ اجنبی عورت کی باتیں سنے اس کی طرف چل کر جانا یہ پیر کا زنا ہے۔ دل میں کسی اجنبی عورت کی محبت اور تصور سے مزہ لینا یہ دل کا گناہ ہے مسلمان شخص کو ان تمام گناہوں سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ بھی اسی زنا کی شکل ہیں اور اس کی حفاظت پوری طرح سے پردہ سے ہوتی ہے مگر سخت افسوس ہے کہ آجکل کے نوجوان اس کو بھی اٹھا دینا چاہتے ہیں۔ مگر یہ ان کی بڑی بھاری غلطی ہے اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا تو بڑی سخت دشواری ہوگی۔

ذکر اللہ کا فائدہ

ان سب کے بعد ارشاد فرماتے ہیں والذاکرین اللہ کثیرا والذکرات

یعنی اور وہ لوگ جو خدا کو بہت یاد کرتے ہیں۔ اور وہ عورتیں جو خدا کو بہت یاد کرتی ہیں گویا اب تک جتنی باتوں کا بیان تھا وہ سب بمنزلہ درختوں کے ہیں اور یہ ان کیلئے پانی ہے کہ یہ سب درخت ایمان واسلام وقنوت وخشوع وصدقہ وعفت کب بار آور ہو سکتے ہیں جبکہ ان کو خدا کی یاد کا پانی پلایا جاوے اور یہ تجربہ ہے کہ آدمی کتنا ہی بڑا نیک کیوں نہ ہو مگر اس میں پختگی اس وقت آتی ہیکہ جب ذکر اللہ بھی کرتا ہے۔ اور اس کے بغیر ایسی مثال ہے جیسے بے جڑ کا پھول کہ اس وقت تو تر و تازہ ہے مگر تھوڑی ہی دیر میں کملا جائے گا۔ اس کیلئے ذکر اللہ کا اہتمام مرد عورتیں سب کریں چوبیس گھنٹہ میں ایک ہی دفعہ کچھ دیر کر لیا کرو اس سے خدا کا قرب ہوتا ہے اور خدا کے قرب کی ایسی مثال ہے جیسے بجلی کا قرب کہ جہاں گرتی ہے مکان کو منور کرتی ہے اور اپنی کڑک سے تمام خس وخاشاک کو جلا دیتی ہے اسی طرح ذکر اللہ سے جب قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے تو دل منور ہو جاتا ہے اور تمام فاسد خیالات دل سے نکل جاتے ہیں۔ اور انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ مگر یہ بھی نہیں کہ خالی ذکر اللہ ہی کیا کرے اور سب اعمال چھوڑ بیٹھے کیونکہ خالی پانی بھی کچھ کام کا نہیں ہوتا، جب تخم(۱) ہو اور اس کو پانی پہنچایا جائے اسی وقت کچھ کام چل سکتا ہے تو اعمال حسنہ کی تخم پاشی کرو اور ذکر اللہ کا اسے پانی دو۔

مستحق مغفرت

اس کے بعد فرماتے ہیں اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما کہ ان لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ نے مغفرت واجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

---

(۱) بیج

حاصل یہ ہے کہ اپنے دین جو درست کرنا چاہے وہ ان باتوں کو حاصل کرے اسے کے بعد مستحق اجر و مغفرت ہوگا۔

ہمیں چاہئے کہ ان سب باتوں پر عمل کریں اور اپنی حالت کو درست کریں اور وعظ اسی لئے ہوا کرتا ہے کہ اپنی اصلاح کی جائے یہ نہیں کہ سن کر رد پیٹ لئے اور بس۔ تو اس پر عمل کرو اور جو کوتاہی رہے اس کا علاج دریافت کرلو کیونکہ اس میں بھی ترمیم تبدیل کی ضرورت ہوا کرتی ہے جیسے بعض دفعہ نسخوں میں ترمیم و تبدیل ہوا کرتی ہے فرق اتنا ہے کہ طبیب اپنی رائے سے بھی ترمیم تبدیل کرسکتا ہے۔ اور عالم جو کچھ ترمیم بھی کرے گا وہ بھی شریعت کی طرف سے ہوگی اور اس کی موافق ہوگی۔ غرض اپنی اصلاح کی دُھن میں لگ جاؤ یہ ایک دن کا کام نہیں ساری عمر کا کام ہے۔ چاہے تھوڑا ہی کرو مگر ہمیشہ کرو اور ساری عمر کرو۔ انشاء اللہ محرومی نہ ہوگی اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ توفیق کامل عطا فرمائیں۔ آمین (۱)

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالی خیر
خلقہ سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین